بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خط نمبر ۲

مکرمی   **السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ**

حضرت مرزا صاحب کے دعوے کے متعلق تحقیقات کی ضرورت محسوس کرنے کے بعد سوال ہوتا ہے۔ کہ تحقیقات کس طرح کی جاوے۔ سو اس کے متعلق میں اپنے علم اور فہم کے مطابق عرض کرتا ہوں۔ کہ تحقیقات اس بات کا نام ہرگز نہیں ہے۔ کہ کسی مخالف کی ایک دو کتابیں پڑھ کر یا کچھ زبانی سُن کر ہی مدعی کی نسبت یہ فیصلہ کر لیا جاوے۔ کہ وہ جھوٹا ہے کیونکہ آپ جانتے ہیں۔ کہ یک طرفہ بیان سے حقیقت امر کا واضح ہو جانا اگر غیر ممکن نہیں۔ تو محال ضرور ہے۔ عیسائی اور آریہ صاحبان کیا کیا جھوٹے الزامات ہمارے نبی کریمؐ کی ذات پر لگاتے ہیں۔ اور کس طرح اپنی کتابوں میں آنحضرتؐ کی احادیث اور قرآن مجید کے متعلق تحریف سے کام لے کر خلقِ خدا کو دھوکا دیتے ہیں۔ اب اگر کوئی متلاشیٔ حق ان لوگوں کی کتابیں پڑھ کر نبی کریمؐ کے متعلق فیصلہ کرنا چاہے۔ اور کسی مسلمان واقف کار سے اُن کے اعتراضات کا جواب سُننے کی تکلیف گوارا نہ کرے۔ تو جو نتیجہ ہوگا۔ وہ ظاہر ہے۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب کے متعلق بھی فیصلہ کی راہ یہ نہیں ہے۔ کہ چند مخالفوں کے اقوال پر اُن کو جھوٹا اور مفتری علی اللہ قرار دیدیا جاوے۔ بلکہ حضرت مرزا صاحب کے پرکھنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ اُن کی اپنی کتابوں کو دیکھا جاوے۔ یا کم از کم اُن کے کسی واقف کار خادم کے ساتھ تبادلہ خیالات ہو۔ اس میں کچھ بھی شک نہیں۔ کہ جس طرح عیسائی اور آریہ صاحبان نبی کریمؐ کی طرف بہت سی جھوٹی باتیں منسوب کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض غیر احمدی لوگ بھی حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ میں جھوٹ بولنے سے پرہیز نہیں کرتے۔ آپ یہ سُن کر تعجب کریں گے۔ کہ بعض مخالفین نے یہاں تک کذب بیانی سے کام لیا۔ کہ عوام الناس کو حضرت مرزا صاحب سے متنفر کرنے کے لئے یہ مشہور کر دیا۔ کہ مرزا نے تو نیا کلمہ اور نیا قرآن بنایا ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب پُکار پُکار کر فرماتے ہیں ؎

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ۔ مصطفٰےؐ ما را امام و پیشوا

یہ تو ہوئی قولی شہادت۔ لیکن اگر کسی کو اس سے اطمینان نہ ہو۔ تو حضرت مرزا صاحب کے خادم اسلام ہونے کے متعلق آپ ہی کی فعلی شہادت بھی موجود ہے۔ اور وہ یہ۔ کہ آپ نے اپنی ساری عمر غیر مذاہب کے ساتھ اسلام کے بارے میں لڑتے جھگڑتے ہی گذار دی۔ اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں عیسائیوں اور آریوں کے مقابلہ کے لیئے وہ وہ ہتھیار دیئے۔ کہ جن سے دشمن کے کیمپ میں کھلبلی مچ گئی۔ اور اس نے محسوس کر لیا۔ کہ یہ آزمودہ کار جرنیل ہمارا کوئی وار چلنے نہیں دیگا۔ میں نے اپنے کانوں سے ایک مشہور اور تجربہ کار پادری کے مونہہ سے سنا ہے۔ کہ جب سے مرزا صاحب عیسائیت کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے میدان میں اترے ہیں۔ پادریوں کے ہاتھ پاؤں رہے جاتے ہیں۔ اور یہ تو خیر سب جانتے ہیں۔ کہ پادری لوگ احمدیوں کے سامنے آنے سے بہت گھبراتے ہیں۔ اور بحث کے وقت مقابلہ کرنے سے بدیں الفاظ صاف انکار کر دیتے ہیں۔ کہ ہم احمدی سے بات نہیں کرتے۔ کیا اس سے زیادہ بھی کوئی کسر صلیب ہو گی۔ پھر جو مرزا صاحب نے آریوں کا حال کیا ہے۔ وہ بھی اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ غور کا مقام ہے۔ کہ اسلام کے دشمن کس طرح ایک جان ہو کر اسلام پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اگر خدا مسلمانوں پر رحم کر کے حضرت مرزا صاحب کو عین وعدہ کے وقت مبعوث نہ فرماتا۔ تو ان دشمنان دین کے سوار اور پیادے آج اسلام کی گلی کوچوں میں پھرتے نظر آتے۔ مگر اس مرد خدا نے صرف اسلام کے گرد ہی آہنی دیوار کھینچ کر دشمنوں کے حملوں سے محفوظ نہیں کر دیا۔ بلکہ خود ان کے مورچوں پر حملہ آور ہو کر ان کے درمیان وہ تلوار چلائی ہے۔ کہ ان کے چھکے چھوٹے جاتے ہیں۔

اب دیکھیئے۔ باوجود اس قدر فعلی شہادت کے حضرت مرزا صاحب کو اسلام کا دشمن قرار دیا جاتا ہے۔ اس سارے بیان سے میرا مطلب یہ ہے۔ کہ صرف مخالفوں کے اقوال پر فیصلہ دیدینا عقلمندی کی راہ نہیں۔ کیونکہ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ مخالف تو ان کی مخالفت پر اس قدر حد سے گذر رہے ہیں۔ کہ باوجود ان کی طرف سے عظیم الشان قولی اور فعلی شہادتوں کے ان کو اسلام کا دشمن اور نیا کلمہ اور نیا قرآن بنانے والا قرار دیتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اس کے بعد ایک اور بات ہے۔ اور وہ یہ۔ کہ بعض لوگ اس خیال سے حضرت مرزا صاحب کے دعوے کا انکار کر دیتے ہیں۔ کہ ان کے خیال میں جو نشانیاں احادیث میں مسیح موعود اور مہدی معہود کے متعلق بیان ہوئی ہیں۔ ان میں سے بعض حضرت مرزا صاحب کے وجود میں پوری نہیں ہوئیں۔ اس کے متعلق عرض ہے۔ کہ اگر اللہ تعالے کا خوف دل میں رکھ کر غور اور

مذہب سے گذشتہ انبیاء کے حالات پر نظر ڈالی جاوے۔ تو یہ فرضی روک جھاگ کی طرح خود بخود بیٹھ جاتی ہے۔ خاصکر جب اس بات کو یاد رکھا جاوے۔ کہ مسیح موعودؑ کی نشانیوں میں سے اکثر نہایت وضاحت کے ساتھ پوری ہو چکی ہیں۔ اور دو چار ہی ایسی ہیں۔ جن کے متعلق ہمارا اور ہمارے مخالفین کا جھگڑا ہے۔ ان کے متعلق میں فی الحال کسی بحث میں نہیں پڑتا۔ کیونکہ یہ اس کا موقعہ نہیں ہے۔ صرف ایک اصول بیان کئے دیتا ہوں۔ جس کے سمجھنے کے بعد یہ مسئلہ انشاء اللہ ایک حد تک صاف ہو جائیگا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

سو جاننا چاہیئے۔ کہ جب کوئی انسان کسی پیشگوئی کو سنتا ہے۔ تو اس کے متعلق ضرور اپنے دل میں ایک نقشہ جما لیتا ہے۔ کہ اُسے اس طرح پورا ہونا چاہیئے۔ اور اس خیال پر اتنا جم جاتا ہے۔ کہ بعد میں اس کے خلاف کسی واضح ثبوت کی طرف بھی توجہ نہیں کرتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جو ہم کو احتیاط کی راہ سکھائی ہے۔ اُس کا یہی تقاضا ہے۔ کہ ہم پیشگوئی کے الفاظ پر ایمان لادیں۔ اور اُس کے پورا ہونے کے منتظر رہیں۔ اگر ہم اپنی طرف سے اُس کے ایک معنے تصور کر لیں گے۔ تو نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ پیشگوئی کے وقوع کے وقت ہم سخت ابتلا میں پڑ جائینگے۔ حالانکہ پیشگوئی اپنے صحیح معنوں کے لحاظ سے پوری ہو چکی ہوگی لیکن ہمارے اپنے خیالات ہمارے سامنے آجائینگے۔ اور ہم کو ہدایت قبول کرنے سے محروم کر دینگے۔ اس لئے اسلامی تعلیم کے ماتحت ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ ہم اپنی طرف سے کسی پیشگوئی کے کوئی معنے نہ قرار دیں۔ اور جب کوئی شخص اس بات کا مدعی ہو۔ کہ وہ پوری ہو گئی ہے۔ تو تب ہم غور کریں۔ کہ کیا وہ پیشگوئی کسی ایسے مفہوم کے لحاظ سے جو اس کے الفاظ برداشت کر سکتے ہیں۔ پوری ہو گئی ہے۔ یا نہیں۔ اس صورت میں ہم بہت جلد ہدایت کو پا لینگے۔ کیونکہ کوئی دھوکا دینے والے خیالات ہماری سمجھ کے آگے حائل نہیں ہوں گے۔ مثلاً اگر ایک پیشگوئی کے الفاظ سے دو مختلف مفہوم نکل سکتے ہیں۔ اور وہ دونوں امور غیبیہ پر مشتمل ہیں۔ اور ان دونوں میں سے کسی ایک کا پورا ہونا اس پیشگوئی کا انسانی علم سے بالا ہونا ثابت کرتا ہے۔ تو اس صورت میں کیا ہمارا اس پیشگوئی کے ظہور سے پہلے مفہوم ثانی کو نظر انداز کر کے مفہوم اول پر جم جانا اور اسی کے پورا ہونے پر پیشگوئی کی صداقت کی بنا رکھنا ہمارے لئے اس پیشگوئی کے مفہوم ثانی کے ظہور کے وقت ایک خطرناک ٹھوکر کا موجب نہ ہوگا۔ بظاہر ہے۔ کہ ہوگا۔ اور ضرور ہوگا۔ اور ہم باوجود اس کے پورا ہو جانے کے اپنی کم علمی اور جلد بازی کی وجہ سے یہی چلاتے رہیں گے۔ کہ پیشگوئی مذکور ابھی پوری نہیں ہوئی۔ حالانکہ سنت اللہ کے موافق وہ پوری

ہو چکی ہو گی۔ اور اس کو نہ دیکھنا ہماری اپنی ہی آنکھوں کا قصور ہو گا۔

اسی طرح بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی نظر میں کسی پیشگوئی کے الفاظ کے ظاہری معنے مراد نہیں ہوتے۔ بلکہ ان الفاظ کو استعارہ کے طور پر کسی باطنی مفہوم کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ہاں اُس صُورت میں یہ ضروری ہوتا ہے۔ کہ وہ باطنی مفہوم ظاہری الفاظ سے مستنبط ہو سکے۔ اور عقل سلیم کو تعصّب سے الگ ہو کر اس مفہوم اور الفاظ کے درمیان واضح طور پر تعلق نظر آوے۔ خواہ استعارہ کے طور پر ہی ہو۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو۔ تو مذہبی دُنیا سے امان اٹھ جاوے۔ اور منکروں کو قیامت کے دن اللہ پر حجت ہو۔ کہ پیشگوئی مذکور میں جو نشانی بتائی گئی تھی۔ وہ کسی مفہوم میں بھی مدعی پر چسپاں نہیں ہوئی۔ میرے اس بیان کو یہ مثال انشاءاللہ خوب واضح کر دے گی۔

یہود کی کتب میں حضرت عیسےٰؑ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتائی گئی تھی۔ کہ ان کی بعثت سے پہلے حضرت الیاسؑ جو ان سے پہلے ایک رسول گذر چکے تھے۔ دوبارہ دنیا میں نازل ہونگے اور ان کے نزول کے بعد حضرت مسیحؑ کا ظہور ہو گا۔ اب اس نشانی سے سب یہود نے یہی سمجھ رکھا تھا کہ واقعی وہ حقیقی الیاسؑ جو پہلے گذر چکے ہوئے ہیں۔ دنیا میں دوبارہ تشریف لائینگے۔ اور ان کے بعد مسیحؑ آئینگے۔ اسی واسطے جب حضرت مسیحؑ نے دعوےٰ کیا۔ تو یہود نے اُن کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور یہ عذر پیش کیا۔ کہ مسیحؑ سے پہلے الیاسؑ کا دوبارہ آنا ضروری ہے۔ حضرت مسیحؑ نے ان سے بار بار کہا۔ کہ دیکھو الیاسؑ کے دوبارہ آنے سے یہ مراد نہیں۔ کہ وہ الیاسؑ جو گذر چکا ہے۔ دوبارہ دنیا میں آئیگا۔ بلکہ اس سے صرف اتنا مراد ہے۔ کہ ایک نبی مسیحؑ سے پہلے اس کی خو بو پر آئیگا۔ چنانچہ وہ آچکا۔ اور وہی یوحنا ہے۔ جس کی آنکھیں ہوں۔ دیکھے۔ مگر یہود نے باوجود اس تاویل کے جو سنّت اللہ کے موافق حضرت مسیحؑ نے اُن کے سامنے پیش کی۔ آپ کو قبول نہ کیا۔ اور یہی کہتے رہے۔ کہ حقیقی الیاسؑ کا دوبارہ آنا ہماری کتب میں مسیحؑ کی ایک نشانی قرار دیا گیا ہے۔ اور یوحنا نبی کا آنا کبھی بھی الیاسؑ کا آنا نہیں ہو سکتا۔ یہ عذر یہود کا گو بادی النظر میں معقول نظر آتا ہے۔ مگر حضرت مسیحؑ نے اُسے سنّت اللہ کے موافق غلط قرار دیا۔ اور پیشگوئی کو ظاہری معنوں سے ہٹا کر ایک استعارہ قرار دیدیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہزاروں لاکھوں یہود مسیحؑ کے انکار کی وجہ سے مورد غضب الٰہی ٹھہرے۔ اگر یہود الیاس کے دوبارہ آنے کے متعلق جو پیشگوئی تھی۔ اس کے ظاہری معنوں پر نہ جم جاتے۔ اور اس کے ظہور کا انتظار کرتے۔ تو یقیناً یقیناً اُن کی عقل سلیم اُن کو حضرت مسیحؑ کی تاویل کو مان لینے پر مجبور کرتی۔ لیکن جلد بازی اور

ظاہر پرستی نے ان کو تباہ کیا۔ یہی ٹھوکر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت یہود کو دوبارہ لگی حضرت موسیٰؑ نے یہ پیشگوئی کی تھی۔ کہ میری مانند اللہ تعالےٰ تم میں سے (یا بموجب بعض روایات کے تمہارے بھائیوں میں سے) ایک صاحبِ شریعت نبی مبعوث کرے گا۔ اب یہود نے اس پیشگوئی کے یہ معنے اپنے دلوں میں خوب پختہ طور پر جما لئے۔ کہ موعود نبی بنی اسرائیل میں سے ہوگا۔ اس لئے جب آنحضرتؐ نے دعویٰ کیا۔ تو انہوں نے بایں عذر انکار کر دیا۔ کہ موعود نبی تو بنی اسرائیل میں سے ہونا تھا۔ اور آپؐ بنی اسمٰعیل میں سے ہیں۔ اور اس طرح ہدایت سے محروم ہو گئے۔ ان دو مثالوں سے اُمید ہے۔ کہ آپ پر روشن ہو گیا ہوگا۔ کہ ہر ایک پیشگوئی کے ظاہری معنوں پر جم جانا اور اس کے مطابق مدعی کو ناپنا ایک ہلاکت کی راہ ہے۔ جس سے ہر مومن کو پرہیز کرنا چاہیئے۔

اس موقع پر اس بات کا ذکر بھی خارج از فائدہ نہ ہوگا۔ کہ بعض وقت خود پیشگوئی کرنے والے کو بھی پیشگوئی کے اصل مفہوم سمجھنے میں اجتہادی غلطی لگ جاتی ہے۔ اور اس بشری کمزوری سے عظیم الشان انبیاء تک بھی مستثنےٰ نہیں ہیں۔ حتےٰ کہ احادیث اور تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ خود نبیوں کے سرتاج محمد مصطفےٰ صلعم نے بعض پیشگوئیوں کا ایک مطلب سمجھا۔ لیکن اُن کے ظہور کے وقت وہ کسی دوسرے مفہوم میں پوری ہوئیں۔

مثال کے طور پر دیکھیئے۔ قیصر و کسرےٰ کے خزانہ کی چابیاں آپ کے ہاتھ میں دی گئیں۔ جس پر طبعاً یہ خیال ہوا۔ کہ شاید آپؐ ہی کی زندگی میں قیصر و کسرےٰ کی حکومت مسلمانوں کے ہاتھ آجائیگی۔ مگر واقعات نے اس کے اور معنی ثابت کئے۔ اسی طرح ابوجہل کے ہاتھ میں آپؐ کا جنّت کے انگوروں کا ایک خوشہ دیکھنا جس کے معنے واقعات نے عکرمہ بن ابوجہل کا مشرف باسلام ہونا ثابت کئے۔

پھر ہجرت کے متعلق بھی جب آپؐ کو دکھایا گیا۔ تو آپؐ نے خیال کیا۔ کہ شاید طائف کی طرف ہجرت ہوگی۔ مگر خدا کے علم میں یثرب تھا۔ غرض اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ پیشگوئی کے ظہور سے پہلے اس کے وقوع کی کیفیت کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا حتےٰ کہ جیسا کہ بیان ہوا۔ اولوالعزم نبی بھی اس معاملہ میں اجتہادی غلطی کھا سکتے ہیں۔ اور کھاتے رہے ہیں۔

امثلہ مذکورہ کے علاوہ ملاحظہ ہو۔ مسیحؑ ناصری کا روحانی بادشاہت کو جسمانی سمجھ کر ہتھیار صاف کرتے پھرنا۔ اور نوحؑ کا اپنے اہل کے بچائے جانے کے وعدہ کے متعلق غلطی

کہنا وغیرہ وغیرہ۔ ہاں ہم یہ ضرور کہتے ہیں۔ اور عقل سلیم کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ کہ پیشگوئی کا ظہور ضرور کسی ایسے مفہوم میں ہونا چاہئیے۔ جو پیشگوئی کے الفاظ سے مستنبط ہو سکے۔ اور نیز یہ کہ اس کے ظہور کے وقت اس میں دستِ غیبی کام کرتا نظر آوے۔ کیونکہ اگر یہ بھی نہ ہو۔ تو پیشگوئی کا وجود بالکل مہمل ٹھہر جاتا ہے۔ اور نیز یہ بھی کہ بعض پیشگوئیاں واضح طور پر اپنے ظاہری مفہوم میں بھی پوری ہونی چاہئیں۔ تاکہ وہ دوسری پیشگوئیوں کے لئے بطور مددگار رہیں۔ اور نیز ناخصیم پر ہر طرح سے حجّت ہو۔

اسی ضمن میں ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اور وہ یہ کہ کسی مدعی کی صداقت کا معیار صرف گذشتہ انبیاء کی بیان کردہ نشانیاں ہی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ صرف مددگار کے طور پر ہیں۔ اور حقیقی معیار صداقت خود مدعی کے وجود میں اور اس کے عہد میں تلاش کرنے چاہئیں یعنی :-

(۱) اول تو یہ دیکھنا چاہئیے۔ کہ کیا مدعی کی ذات ایسی پاک اور مطہر ہے۔ کہ وہ لوگوں کے لئے اصلاح کے کام میں پورا نمونہ بن سکے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ؕ

(۲)۔ دوسرے یہ کہ کیا مدعی دنیا میں واقعی اصلاح کا کام کر رہا ہے۔ یا نہیں۔ فرمایا۔ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ؕ

(۳) تیسرے یہ دیکھنا ہوتا ہے۔ کہ کیا مدعی کے وقت واقعی دنیا کو اصلاح کی ضرورت ہے یا نہیں۔ کیونکہ طبیب کی اسی وقت ضرورت پیش آتی ہے۔ کہ جب کوئی بیمار ہو۔ ملاحظہ ہو۔ ظھر الفساد فی البرّ والبحر۔

(۴) چوتھے یہ کہ کیا مدعی کو سب نے بلا چون وچرا قبول کر لیا ہے۔ یا اس کی مخالفت بھی ہوئی ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ یاحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون ؕ

(۵) پانچویں یہ دیکھنا ضروری ہے۔ کہ باوجود سخت مخالفت کے مدعی کا قائم کردہ سلسلہ ترقی کرتا جاتا ہے۔ یا نہیں۔ اور یہ کہ مخالفین کی کوششیں اس کے معدوم کرنے میں کامیاب ہو رہی ہیں۔ یا ناکام۔ اگر مدعی اس دنیا میں اکیلا اُٹھے۔ اور باوجود مخالفوں کی سرتوڑ کوششوں کے ہزاروں لاکھوں کو اپنا غلام بنا کر اس دنیا سے رخصت ہو۔ تو وہ لاریب خدا کی طرف سے ہے۔ ملاحظہ ہو ارشاد الٰہی۔ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔

(۶) چھٹے یہ کہ اس کے اور اس کے اصحاب کے تمام کاموں میں بیّن طور پر الٰہی تائید کام

کئی نظر آوے۔ خدائی وعدہ ہے۔ انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا۔

(۷) ساتویں اس بات کا دیکھنا ضروری ہے۔ کہ کیا خدا تعالےٰ باوجود مدعی کے دعویٰ الہام و ماموریت پر ایک زمانہ مدید گذر جانے کے اس کی تائید کرتا ہے۔ یا اُسے تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ وعدہ ہے۔ کہ مفتری علی اللہ تباہ کیا جائیگا۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو۔ تو دنیا سے امان اُٹھ جاوے۔ اور سچے اور جھوٹے میں تمیز نہ رہے۔ فرمایا۔ لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین۔

(۸) آٹھویں یہ کہ دعوے سے پہلی زندگی مدعی ماموریت کی کیسی گذری ہے۔ کیا وہ مختلف گندوں میں مبتلا تھا۔ یا راستبازانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ سند لیجئے۔ ولقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون۔

(۹) نویں یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ مدعی کا قائم کردہ سلسلہ اس کی وفات پر ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے۔ یا برابر ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ اور دوسروں کو کھاتا چلا جاتا ہے۔ دیکھیئے۔ اولم یروا انا نأتی الارض ننقصہا من اطرافہا۔

(۱۰) دسویں یہ کہ جو پیشگوئیاں مدعی بشارت یا انذار کے رنگ میں کرتا ہے۔ وہ سنت اللہ کے موافق پوری بھی ہوتی ہیں۔ یا نہیں۔ ملاحظہ ہو۔ فلا یظہر علےٰ غیبہ الا من ارتضی من رسول۔

یہ **دس ۱۰** صداقت کے اصل اور موٹے معیار ہیں۔ جو قرآن کریم نے ہم کو بتائے ہیں۔ اور جن کی عقل سلیم نے تصدیق کی ہے۔ لیکن گذشتہ انبیاء کی پیشگوئیاں جو کسی مدعی کے لئے بطور نشان کے ہوتی ہیں۔ صرف مددگار کے طور پر ہیں۔

ایک اور بات بھی پیشگوئیوں کے متعلق یاد رکھنی چاہیئے۔ اور وہ یہ۔ کہ گو بعض پیشگوئیاں بہت واضح طور پر ظہور میں آتی ہیں۔ لیکن بعض میں ضرور ایک حد تک منشاء الہٰی کے ماتحت اخفا کا پردہ بھی ہوتا ہے۔ تا ایمان بالغیب کا ثواب قائم رہے۔ ظاہر ہے۔ کہ اگر ایمان کے متعلق سارے پردے اُٹھ جاویں۔ اور بالکل شہادت کا رنگ پیدا ہو جاوے۔ تو پھر ایمان پر انسان کسی ثواب کا مستحق کیسے ہو۔ ثواب اسی وقت تک ہے۔ جب تک شہادت کا رنگ نہیں ہے۔ بلکہ کوئی نہ کوئی اخفا کا پردہ درمیان میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جب انسان کے سر پر قہر الہٰی صاف نمودار ہو جاوے اور اللہ تعالےٰ کا عذاب انسان پر واقعی آن گرے۔ اور صاف طور پر موت سامنے نظر آوے۔ تو ایسے وقت کی توبہ مقبول نہیں ہے۔ جیسے کہ فرمایا۔ لیست التوبۃ للذین یعملون السیأت

حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الئٰن ۔

پس اس میں شک نہیں ۔ کہ بعض پیشگوئیوں میں اخفا کا پردہ بھی ضروری ہے ۔ ہاں یہ سچ ہے ۔ کہ بعض پیشگوئیاں ایسی بھی ہونی ضروری ہیں ۔ جن میں عقل سلیم کے نزدیک کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو ۔ تاکہ حق اور باطل میں تمیز ہو جاوے ۔ قرآن شریف کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے ۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کے لیئے اپنا رستہ میں ابتلا بھی مقرر کر رکھے ہیں ۔ جو بعض اوقات تاویل طلب پیشگوئیوں کی صورت میں پیش آتے ہیں ۔ پس اس مقام میں جرأت سے قدم نہ رکھنا چاہیئے ۔ کیونکہ یہ مقامِ خوف ہے ۔

ایک اور بات ہے ۔ جو بہت ضروری ہے ۔ اور جس کے بغیر یہ مضمون ناقص رہیگا ۔ لیکن وہ بات صرف اُن پیشگوئیوں کے متعلق ہے ۔ جو کوئی مامور من اللہ اپنے دشمنوں کے متعلق عذاب کے رنگ میں کرے ۔ اور وہ یہ ہے ۔ کہ ایسی پیشگوئیوں کے بارے میں کوئی بھی وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا ۔ کہ وہ ضرور ظاہری الفاظ میں پوری ہونگی ۔ کیونکہ قرآن مجید جو خدا کا کلام ہے ۔ اُس نے تمام انذاری پیشگوئیوں کو بعض شرائط کے ساتھ مشروط فرمایا ہے ۔ پس خواہ یہ شرائط پیشگوئی میں مذکور ہوں ۔ یا نہ ہوں ۔ وہ پیشگوئی بہر حال اُن سے مشروط سمجھی جائیگی ۔ ہاں اگر خود پیشگوئی میں وہ شرائط مذکور ہوں ۔ تو یہ باری تعالےٰ کا مخلوق پر ایک زائد احسان ہوگا ۔ ورنہ اُن کا ذکر قطعاً ضروری نہیں ۔ کیونکہ وہ ایک دفعہ قاعدہ کلیہ کے طور پر خدا تعالےٰ کے کلام میں مذکور ہو چکی ہیں ۔ مثلاً خدا تعالےٰ فرماتا ہے ۔ وماکان اللہ معذبھم وھم یستغفرون ؁ یعنی اللہ تعالےٰ لوگوں کو کبھی ایسی حالت میں عذاب نہیں دیتا ۔ جبکہ وہ اپنی کمزوریوں اور گناہوں کو ڈھانپنے کی کوشش کر رہے ہوں ۔ اس کی وجہ یہ ہے ۔ کہ اللہ تعالےٰ ظالم نہیں ہے ۔ جب ایک شخص خلوص نیت سے شرارت سے باز آتا ہے ۔ اور اپنے رویہ کو بدل لیتا ہے ۔ تو پھر اللہ تعالےٰ بھی اس کو سزا نہیں دیتا ۔ اسی خیال کی مد میں فرمایا ۔ ومن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ؁ یعنی جو شخص ذرہ بھر بھی نیکی کرے گا ۔ وہ اُس کا اجر پائیگا ۔ یعنی اگر کوئی شخص حق کی طرف رجوع کرتا ہے ۔ تو ضرور ہے ۔ کہ وہ اس کا اجر پاوے ۔ خواہ رجوع کتنا ہی خفیف ہو ۔ جیسا کہ لفظ ذرۃ کا مفہوم ہے ۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے ۔ کہ رجوع الی الحق دل کی کیفیت کا نام ہے ۔ اور دل کی کیفیات کی عالم صرف خدا کی ذات ہے ۔ ہاں ظاہر میں رجوع کے کچھ نہ کچھ شواہد ملنے ضروری ہیں ۔ تا لوگوں پر حجت ہو ۔

اب جبکہ یہ شرائط انذاری پیشگوئیوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں ۔ تو ایسی صورت میں اگر باوجود

رجوع الی الحق کے کسی شخص کو موعود عذاب پہنچ جاتا ہے۔ تو یہ بات پیشگوئی کو مضبوط کرنے والی نہیں۔ بلکہ اُس کے متعلق شبہات پیدا کرنے والی ہوگی۔ مثلاً اگر کوئی مامور من اللہ یہ پیشگوئی کرے کہ زید پر بوجہ اس کی شوخیوں اور شرارتوں کے پانچسال کے اندر موت کا عذاب آئیگا۔ تو اب اُس کی دو صُورتیں ہیں۔ یا تو زید اپنی شرارتوں پر جما رہے گا۔ اور مامور من اللہ کی مخالفت سے باز نہ آئیگا تو اس صُورت میں ضرور ہوگا۔ کہ وہ موعود عذاب کا مزا چکھے۔ لیکن دُوسری صُورت یہ ہے۔ کہ زید کے دل پر خدا کا خوف غالب ہو جاوے۔ اور وہ شوخیوں سے باز آجاوے۔ تو اس صُورت میں قرآن شریف اور عقل انسانی کا متفقہ فتوےٰ ہے۔ کہ وہ عذاب سے بچایا جائے گا۔ اور اگر اس صُورت میں بھی عذاب اُس کو آپکڑے۔ تو یہ خدا جیسی رحیم کریم ہستی کی شان سے بعید ہوگا۔ غرض وعید کی پیشگوئی کسی صُورت میں بھی قطعی نہیں ہوتی۔ بلکہ رجوع الی الحق سے عذاب ٹل جاتا ہے۔

حضرت یونسؑ کے قصہ میں بلا شرط انذاری پیشگوئی کے ٹل جانے کی ایک واضح مثال موجود ہے یونسؑ نے اپنی قوم کیلئے وعید کی پیشگوئی کی تھی۔ اور کہا تھا۔ کہ چالیس۴۰ دن کے اندر اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آئیگا۔ لیکن جب ان کی قوم نے جناب باری تعالیٰ کی طرف تضرع اور خشوع کے ساتھ رجوع کیا۔ تو وہ وعید باوجود بلا شرط ہونے کے ٹل گیا۔

اب رجوع الی الحق کے بھی درجے ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ مثلاً جس کی نسبت وعید کی پیشگوئی ہے وہ صاف اپنی توبہ کا اعلان کرے۔ اور مامور من اللہ کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہو جاوے۔ تو اس صُورت میں اس کے لئے عذاب نہ صرف اس دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی ٹل جائیگا۔

(۲) لیکن دُوسری صُورت یہ ہے۔ کہ وہ صرف اسی قدر رجوع کرے۔ کہ مخالفت کی تیزی کو کم کردے۔ اور کوئی گندہ کلمہ خدا کے بھیجے ہوئے کی نسبت اپنے مُونہہ پر نہ لاوے لیکن مامور من اللہ کی جماعت میں بھی داخل نہ ہو۔ بلکہ بدستور الگ رہ کر مخالفوں سے ملتا رہے۔ تو اس صُورت میں یہ رجوع اُسے دنیا میں تو عذاب سے بچالیگا لیکن آخرت میں وہ ضرور الٰہی مواخذہ کے نیچے ہوگا۔

(۳) تیسری صُورت رجوع کی یہ ہے۔ کہ جس کی نسبت وعید کی پیشگوئی ہے۔ وہ پیشگوئی سے ڈر جاوے۔ اور اس وجہ سے مخالفت کی تیزی کو کم کردیوے۔ تو اس صورت میں میعاد کے اندر تو وہ عذاب کے اثر سے بچ جائیگا۔ لیکن میعاد گذرنے کے بعد اگر وہ پیشگوئی کے خوف سے اپنے آپ کو آزاد سمجھ کر پھر رجوع الی الباطل کریگا۔ تو وہ اسی دنیا میں جلد موعود عذاب کا مزا چکھے گا۔ ذالک سنت اللہ ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا۔

پھر ایک اور بات یاد رکھنی چاہئے۔ جو انذاری اور تبشیری پیشگوئیوں دونوں پر حاوی ہے۔ اور وہ یہ۔ کہ بعض وقت جس شخص کے متعلق پیشگوئی ہو۔ اس کا کوئی قریبی مراد ہوتا ہے۔ یا ماموری کی صورت میں اُس کا کوئی جانشین یا اُس کی جماعت بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ مثالیں اُوپر بیان ہو چکی ہیں۔ یاد کیجئے۔ ابوجہل کے ہاتھ میں جنت کے انگوروں کا خوشہ اور قیصر و کسرےٰ کی چابیاں وغیرہ وغیرہ پھر یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ شاذ کے طور پر بشارت کا وعدہ بھی حالات کے بدل جانے سے ٹل جاتا ہے۔ موسیٰؑ کی قوم سے وعدہ تھا۔ کہ اُن کو بیت المقدس کا ملک عطا کیا جائے گا۔ لیکن چونکہ موسےٰؑ کی قوم سے ایک نہایت ناپسندیدہ حرکت سرزد ہوئی۔ اس لئے وہ وعدہ اس قوم کے لئے ٹل گیا۔ اور کسی آئندہ زمانہ پر ڈال دیا گیا۔ اسی طرح نوحؑ سے وعدہ تھا۔ کہ طوفان میں آپکے اہل اور آپ پر ایمان لانیوالے بچائے جائینگے لیکن آپکا بیٹا غرق ہو گیا۔ اور نوحؑ کے اس قول پر کہ ان ابنی من اھلی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح ط

تحقیقات کا راستہ ہر پہلو سے واضح کرنے کے لئے ایک اور بات کا بھی علم ہونا ضروری ہے اور وہ یہ کہ اسلامی مسائل کے جھگڑوں میں کس چیز کو اصل قاضی قرار دیا جاوے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول۔ یہ تو مجھے بتانے کی ضرورت غالباً نہیں ہے۔ کہ اس جگہ اللہ سے مراد قرآن کریم اور رسولؐ سے مراد احادیث صحیحہ ہیں۔

بعض دفعہ ہمارے مخالفین مفسرین وغیرہ کے اقوال پر ایسے جم جاتے ہیں۔ کہ قرآن اور حدیث کے فیصلہ پر بھی اُن کو مقدم کرنے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ جو بات قرآن اور احادیث صحیحہ کے مخالف ہو وہ مردود ہے۔

مگر سوال ہوتا ہے۔ کہ اگر کہیں قرآن اور حدیث ہی آپس میں ٹکرا جاویں۔ تو پھر کیا کیا جاوے۔ سو اس کا فیصلہ بھی آسان ہے۔ اور خود آیت مندرجہ بالا سے پتہ لگ رہا ہے۔ کہ ایسی صورت میں کیا کیا جاوے۔ حدیث کو حتے الوسع قرآن کے ماتحت لانا چاہئے۔ اگر مطابقت ناممکن ہو۔ تو قرآن کو اختیار کرنا چاہئے۔ کیونکہ ایسی حدیث جو قرآن کے مخالف ہو۔ وہ نبی کریمؐ کا قول ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ہر چند حدیث کی تلاش اور پڑتال میں بڑے بڑے راستبازوں نے اپنی عمریں خرچ کر دیں۔ اور بڑے درجہ کی محنت اور تحقیقات کے بعد صحیح احادیث کو موضوعات کے ذخیرہ سے الگ کیا۔ لیکن خوب غور فرما لیجئے۔ کہ ہم کبھی بھی احادیث کو لفظی اور معنوی رنگ میں قطعی طور پر صحیح نہیں قرار دے سکتے۔ کیونکہ جو اقوال قریباً دو سو سال بعد جمع ہو کر تحریر میں آئے ہوں۔ اور اُن کے لفظی طور پر ذہنوں میں محفوظ رکھنے کا بھی کوئی

خاص سامان نہ کیا گیا ہو۔ تو عقل سلیم کا یہی فتویٰ ہے۔ اور اُمید ہے۔ کہ آپ اس سے اتفاق کرینگے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ظن کا پہلو موجود ہے۔ والظن لا یغنی من الحق شیئاً۔

اور قرآن کے حرف حرف کے متعلق یقینی شہادت ہے۔ کہ وہ خدا کا کلام ہے۔ اور آج کا قرآن بغیر تبدیلی زیر زبر کے وہی قرآن ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترا۔ پس اگر کوئی ایسی حدیث ہے۔ جسے محدثین نے اپنی تحقیقات کی بنا پر صحیح بھی قرار دیا ہے۔ لیکن وہ کسی قرآنی آیت کے صریح مخالف پڑی ہوئی ہے۔ اور کسی طرح پر بھی ہم اُس کو قرآنی آیت کے ماتحت نہیں لا سکتے۔ تو اس صُورت میں ہم اس حدیث کو ہرگز صحیح نہیں مانینگے۔ اور نبی کریم کیطرف اس کو ہرگز منسوب نہ کرینگے۔ کیونکہ قرآن شریف اس کو اپنے قطعی اور یقینی ہونے کی وجہ سے غلط اور وضعی قرار دے رہا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی حدیث ایسی ہے۔ کہ جسکو محدثین نے اپنی تحقیقات کیمطابق کمزور قرار دیا ہے۔ لیکن اس کی تائید میں ہم کو کوئی صریح قرآنی آیت مل جاتی ہے۔ تو اس صُورت میں وہ حدیث ہر طرح سے درست اور صحیح سمجھی جائے گی۔

اور اگر کوئی ایسی حدیث ہے۔ جو کسی پیشگوئی پر مشتمل ہے۔ مگر محدثین کے نزدیک وہ ضعیف یا وضعی ہے۔ لیکن ہمارے زمانہ میں یا اس سے پہلے اس حدیث کی پیشگوئی سچی نکلی ہے۔ تو اس حدیث کو صحیح سمجھا جائیگا۔ اور ایسے محدثین یا راویوں کو غلطی قرار دیا جائیگا جنہوں نے اس حدیث کو ضعیف یا موضوع قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس کے صدق کو خدا نے ظاہر فرما دیا ہے۔ اور واقعات نے اس پر مُہر کر دی ہے۔

سب سے آخر مگر سب سے ضروری عرض یہ ہے۔ کہ اصل ہدایت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اسلئے تحقیقات کا سب سے بڑا طریق یہی ہے۔ کہ بندہ کلی طور پر اپنے آپ کو اللہ کے حضور ڈال دیوے۔ اور اُس سے دُعا کرے۔ کہ اے رحیم کریم خدا! میری نظر نہایت کمزور ہے۔ تو مجھے بینائی بخش۔ تا اس معاملہ میں جو حق ہے۔ میں اُسے دیکھ لوں۔ اے عالم الغیب خدا! اگر اس مدعی کا دعویٰ سچا ہے۔ تو تو مجھے توفیق دے۔ کہ میں اُس پر ایمان لاؤں۔ اور اگر یہ گمراہی کیطرف بُلاتا ہے۔ تو تو اپنے فضل سے مجھ کو اُس کے شر سے محفوظ رکھ!

اے میرے مولا! میں تیرے حکم کے ماتحت اسکے معاملے میں تحقیقات شروع کرتا ہوں۔ مگر میں کمزور ہوں ممکن ہے۔ کہ میں ٹھوکر کھاؤں۔ تو اپنے فضل سے میری دستگیری فرما۔ اور مجھ پر حق کھولدے۔ آمین

مجھے کامل اُمید ہے۔ کہ اگر تمام خیالات سے علیحدہ ہو کر خلوص نیّت کے ساتھ بندہ خدا کا دروازہ کھٹکھٹائے۔ تو اُس پر ضرور دروازہ کھولا جائیگا۔ مگر نیّت کی صفائی شرط ہے۔ کیونکہ اگر بندہ ظاہری طور پر دُعا کرتا ہے۔ لیکن دل میں یہی جما یا ہوا ہو۔ کہ یہ سب دوکانداری ہے۔ تو پھر شیطان ضرور اُس کے رستہ میں حائل ہو جائیگا۔ اسلئے ضروری ہے۔ کہ دل سے تکذیب کے تمام خیالات کلی طور پر نکال دئے

جاویں - اور پھر واقعی سچی تڑپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر اپنے آپ کو ڈالکر اس سے مدد چاہی جاوے
اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے - کہ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ - مگر دعا دعا ہونی چاہیئے - یہ نہیں کہ رسم
کے طور پر یا اوپرے دل سے چند کلمے مُونہہ سے نکال دئے جاویں - بلکہ چاہیئے - کہ جس طرح بچہ تکلیف کے
وقت تمام دُنیا کی طرف سے آنکھیں بند کر کے اپنی ماں کی چھاتی پر اپنا سر ڈالدیتا ہے - اسی طرح بندہ اللہ
کے سامنے اپنا جبین نیاز رگڑے - حتےٰ کہ الٰہی شمع اُس کے راستے کو منوّر کر دے ٭

میرا خیال ہے - کہ فی الحال اسی قدر لکھنا کافی ہوگا - آپنے دیکھا - کہ میں نے اس خط میں
حضرت مرزا صاحب کے دُعاوی کے متعلق کوئی بحث نہیں کی - کیونکہ یہ اس خط کے مقصد سے باہر
ہے - میں نے اپنے علم کے مطابق آپ کو تحقیقات کا رستہ بتایا ہے - اور بس ٭

مجھے اُمید ہے - کہ آپ حضرت مرزا صاحب کے متعلق پُوری تحقیقات سے کام لینگے
جہاں انسان دُنیا کے کاموں کے لئے اتنا وقت خرچ کرتا ہے - اور رات دن دُنیا کے لئے گذارتا ہے
حالانکہ دُنیا چند روزہ ہے - وہاں **آخرت** کا سامان پیدا کرنے کے لئے کچھ تھوڑا سا وقت نکالنا اس
پر بوجھ نہ ہونا چاہیئے - اور اُمید ہے - کہ آپ پر نہ ہوگا ٭

میں اس خط کے جواب کا منتظر رہونگا - اور اگر آپ اس خط کے مطالعہ کے بعد یہ پسند فرماویں - کہ
میں حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کے متعلق کچھ تحریر کروں - تو یہ امر میرے لئے بہت بڑی خوشی کا موجب ہوگا

میں سچ سچ کہتا ہوں - کہ حضرت مرزا صاحب کے متعلق سخت بے انصافی سے کام لیا
گیا ہے - ورنہ اُن کا وجود تو سراپا نور ہے - مگر ہم مایوس نہیں ہیں - وہ دن آتا ہے - بلکہ سچ پوچھئے
تو ہم اُس کی پو پھٹتی دیکھ رہے ہیں - جب دنیا دیکھے گی - کہ جس پتھر کو معماروں نے ردّ کیا - وہی کونے کا پتھر نکلا

اللہ تعالیٰ کا حضرت مرزا صاحب سے وعدہ ہے - کہ وہ بڑے زور آور حملوں سے اُنکی سچائی کو دُنیا
پر ظاہر فرمائیگا - اور وہ جو اُن کی جماعت کی تباہی کے درپے ہیں - اپنی کوششوں میں
نامراد رہیں گے - یہ اللہ کا وعدہ ہے - وَاللّٰہُ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ - فقط - والسلام

آپ کا خیر خواہ

خاکسار محمد فخر الدین احمدی ملتانی مالک احمدیہ بک ایجنسی قادیان نے مطبع رفو بازار سٹیم پریس امرتسر میں طبع کرایا -